طنز و مزاح کے فنی لوازمات بحوالہ مشتاق احمد یوسفی؛ ایک مطالعہ

ڈاکٹر نقیب احمد جانؔ *
Dr. Naqeeb Ahmad Jan
منزّہ مبین **
Miss Munaza Mubeen

Abstract:

"Humour and satire is a prominent genre of literature. Any unusual, ridiculous or shameful act or situation in society lead to the production of humorous and satiric literature. A humorous or satiric writing demand a number of skills from its writer i.e anagram, Parody, comparison, paradox, well selected words and phrases, creating humorous characters, well equipped knowledge of literature and the society. Mushtaq Ahmad Yousfi is a well-known satiric and humour writer. Ibne Insha said about Yousfi If ever we could give a name to the literary humour of our time, then the only name that comes to mind is that of Yousfi, while Dr. Zaheer Fatehpuri told that We are living in the 'Yousufi era' of Urdu literary humour. Yousfi is well aware of skills requisites required for humorous or satiric writings and he use them well. This article is a study of these skills used by yousfi in his literary humour."

Key Words: Urdu Humour, Urdu Satire, Yousfi, Satiric Skills

مشتاق احمد یوسفی اردو کے گنے چنے اور پاکستان کے صفِ اول کے مزاح نگاروں میں سے ایک ہیں۔ ان کے ہاں بھرپور مزاح اور طنزیہ لب و لہجہ ملتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی طنز و مزاح کے جس دور سے تعلق رکھتے ہیں وہاں تک پہنچتے پہنچتے اردو کے نثری ادب میں طنز و مزاح کی ایک مستحکم روایت وجود

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، ویمن یونی ورسٹی، صوابی
☆☆ لیکچرار، شعبہ اُردو، ویمن یونی ورسٹی، صوابی

میں آچکی تھی۔ اردو ادب میں طنز و مزاح کو تنگیٔ داماں کی شکایت نہیں رہی تھی بل کہ اس میں طنز و مزاح کے ہر دو کی خصوصیات موجود تھیں۔ جہاں طنز و مزاح کا نشانہ کبھی فرد اور اس کی عادات و خصائل تھے وہیں کبھی پورے ماحول اور معاشرے، اس کے رسم ورواج، رہن سہن اور کبھی ماحول کے عدم توازن کو طنز و ظرافت کی کسوٹی پر پرکھا اور کسا گیا ہے۔ اور اس طرح معاشرے کے ناپسندیدہ عناصر کی بیخ کنی کرنے کی کوشش کی گئی۔ مشتاق احمد یوسفی کا اسلوب، طرزِ تحریر، لب ولہجہ اور انداز خالصتاً ان کا اپنا ہے۔ ان کا انداز اور ان کا اسلوب ناقابلِ تقلید ہے۔

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

خطوطِ غالب کی اعلیٰ ظرافت سے لے کر موجودہ دور تک کے ارتقائی سفر میں طنز و مزاح کے روایتی اور عالمی ادب سے اخذ کردہ حربوں کے استعمال نے بہ طورِ فن بھی طنز نگاری اور مزاح نگاری کو استحکام بخشا ہے۔ کہیں صورتِ واقعہ کہیں کرداروں کی حرکات و سکنات کہیں متضاد ماحول اور کہیں محض زبان کے الٹ پھیر سے تحریروں میں طنز و مزاح کو ابھارا گیا۔ نہ صرف اردو بلکہ تمام عالمی ادب کا تاریخی و تدریجی مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ طنز و مزاح کے پنپنے کے لیے وہی ادوار زیادہ بار آور ثابت ہوئے ہیں جہاں سیاسی، سماجی، ثقافتی یا معاشرتی اعتبار سے بے ہنگم صورتِ حال پیدا ہو گئی ہو۔ یہ بے ہنگم صورتِ حال کسی نہ کسی طور سے ہر دور میں پیدا ہوتی ہے۔ لیکن بسا اوقات ایسے ادوار بھی آئے ہیں جب ابتری اور انتشار میں اضافہ ہوا ہے۔ اور ایسے دور میں پھر وہ وقت ہوتا ہے کہ سوچنے سمجھنے والے ادباء اور شعراء کے قلم میں زہر اتر آتا ہے۔ اکبر الہ آبادی انگریزوں کے دور میں اپنی محرومیوں کا رونا یوں روتے ہیں کہ

یہ بات غلط کہ ملکِ اسلام ہے ہند
یہ جھوٹ کہ ملک ہے لچھمن و رام ہے ہند
ہم سب ہیں مطیع و خیر خواہِ انگلش
یورپ کے لیے بس ایک گودام ہے ہند[۱]

تو پشاور کے مزاح نگار مرزا محمود سرحدی اپنے دور کے ناقص انتظامات پر یوں نوحہ کناں ہیں کہ

"کیا بتائیں آپ کو کیا ہے ہمارا اسپتال
انتظام ایسا کہ بس دل کی کلی کھل جائے ہے
حادثاتِ اتفاقی کا بھی ہے اک ڈاکٹر
اتفاقی طور پر مل جائے تو مل جائے ہے"(۲)

یہی حال مشتاق احمد یوسفی صاحب کا بھی ہے۔ وہ معاشرے کی ناہمواریوں، اپنے گرد و پیش کی خامیوں اور کمزوریوں پر بڑے اچھوتے اور جداگانہ انداز میں رقم طراز ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ مسز آفتاب مسرور عالم خان کہتی ہیں:

"۱۸۵۷ء کے بعد غیروں کی غلامی پھر معاشی ناانصافی، پھانسی، جیلوں اور کوڑوں کی سزائیں۔۔۔یہی سبب ہے کہ تقسیم ہند سے پہلے اور اس کے ذرا بعد طنز و مزاح کی روایت میں حالات سے فراریت حاصل کرنے کے لیے خوش وقتی اور ظاہری شور و شغب، بل کہ بلی کو دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے والی مزاح کی کیفیت بھی اردو میں نظر آتی ہے۔ تاہم ۱۹۴۷ء کے بعد اردو ادب میں طنز و مزاح ہوائی قلعوں تک محدود نہیں رہی۔۔۔ مشتاق احمد یوسفی اس عہد کے اہم طنز و مزاح نگار ہیں۔"(۳)

لہٰذا اس تناظر میں دیکھا جائے تو مشتاق احمد یوسفی کے مزاح کو ہم اپنے معاشرے کی ناہمواریوں، کمزوریوں اور خامیوں کا ایک مرقع کہہ سکتے ہیں۔ اور وہ بڑی حد تک اس حقیقت کا برملا اظہار و واقعہ ہے۔ یوں تو ہر ایک ادیب کا اپنا اسلوب ہوتا ہے تاہم کچھ ادیب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا اسلوب ان کے ساتھ ایسے جڑ جاتا ہے کہ کوئی اس کی نقل کرنے کی کوشش کرے تو فوراً پہچانا جاتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی کا اپنا منفرد اسلوب ہے اور وہ بھی ایسا کہ ابنِ انشاء کے الفاظ میں:

"مزاحی ادب کے موجودہ دور کو ہم کسی نام سے منسوب کر سکتے ہیں، تو وہ یوسفی ہی کا نام ہے اور ان کا یہ رنگ منفرد رہے گا، کیوں کہ اس کی تقلید نہیں کی جا سکتی۔"(۴)

مشتاق احمد یوسفی نے اپنی تحریروں کے ذریعے طنز و مزاح کا جو رنگ اختیار کیا اس میں حقائق کی تلخیوں اور صداقت کے مختلف پہلوؤں کو طنز و مزاح کی چاشنی دے کر زیادہ موثر انداز میں پیش کیا ہے ان کے ہاں طنز بھی پایا جاتا ہے اور مزاح بھی۔ وہ ایک کامیاب طنز نگار بھی ہیں اور ایک خالص مزاح نگار بھی۔ ان کے ہاں مزاح کے تمام حربے ملتے ہیں۔ ان کے خالص مزاح میں جو

مٹھاس ہے وہ خالص ان ہی کا حصہ ہے۔ مشتاق احمد یوسفی اپنی ظریفانہ تحریروں میں بڑی معصومیت اور سنجیدگی کے ساتھ اپنی بات کہہ جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں کو صرف مزاح نگاری کے ضمن میں رکھ کر فراموش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس میں بصیرت اور آگہی ہی نہیں بلکہ ادبی اسلوب کی رمز شناسی اور تہہ داری بھی موجود ہے۔ ادیب کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ الفاظ کے معنوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو۔ اس کے Origin کے بارے میں اگر اس کو معلوم ہو تو اور بھی اچھی بات ہے کیوں کہ ادبیات میں الفاظ ہی تو ہوتے ہیں جس کے ذریعے انسان اپنا مافی الضمیر بیان کرتا ہے۔ تو الفاظ کی انتخابیت اور پھر اسی انتخابیت سے مزاح پیدا کرنا تبھی ممکن ہے کہ الفاظ پر ادیب کو پورا عبور حاصل ہو۔ بقول رشید احمد صدیقی:

> "ہر اچھی ظرافت ایک قسم کی خوش گوار طنز ہوتی ہے اور ہر خوش گوار طنز بجائے خود ایک لطیف ظرافت"(۵)

ایک بات نہایت اہم اور قابلِ توجہ ہے اور وہ یہ کہ یوسفی کسی ایک گروہ یا طبقے کے لیے لکھنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ ان کے مزاح سے اعلی تعلیم یافتہ بھی اور کم تعلیم یافتہ حتیٰ کہ معمولی اور کم لکھے پڑھے لوگ بھی لطف اٹھا سکتے ہیں۔ تاہم یہ بات حقیقت پر مبنی ہے اور اس سے فرار ممکن نہیں کہ ان کا مزاح علمی ہے اور اس کو کماحقہٗ سمجھنے کے لیے پڑھا لکھا ہونا بل کہ گہرا مطالعہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ جس قاری کا مطالعہ جتنا وسیع ہو گا اور اس کا ادبی ذوق جتنا پختہ ہو گا اتنا ہی وہ اس سے لطف اندوز ہو سکے گا۔ ان کے ہاں زندگی کا ہر عکس واضح ہے۔ زندگی کا ہر موضوع مزاح کا ہر حربہ ان کی گفتگو اور ان کے بے ساختہ جملوں میں ڈھلتا جاتا ہے۔ تاہم بالکل ان پڑھ اور ادب سے لا تعلق قارئین اس کے مزاح سے بہرہ مند نہیں ہو پائیں گے۔ مثلاً:

> "سو پشت سے پیشۂ آباء سپہ گری کے سوا سب کچھ رہا ہے۔"(۶)

اس فقرے کو سمجھنے کے لیے لازمی ہے کہ قاری کو غالب کا مصرع "سو پشت سے ہے پیشۂ آباء سپہ گری" یاد ہو۔ تب کہیں جا کے وہ اس کے اندر چھپے ہوئے مزاح اور اس کی روح کو پا سکے گا جس کو اس مصرعے کی خبر نہ ہو وہ محظوظ ہونا تو در کنار ایک قسم کی ذہنی کلفت میں پڑ جائے گا کہ اس فقرے کا مقصد کیا ہے۔ یا یہ کہ

> "ہوش میں آؤ۔ تم کہاں کے دانا ہو، کس ہنر میں یکتا ہو۔"(۷)

بعینہٖ اس فقرے کو بھی جو غالب کے مصرعے کو بنیاد بنا کر لکھا گیا ہے سمجھنے کے لیے غالب کے مصرعے "ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے" سے واقف ہونا لازمی ہے۔

اس بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشتاق احمد یوسفی کا مزاح پڑھے لکھے اور ادبیات سے باخبر لوگوں کے لیے ہے، باذوق قاری کے لیے ہے۔ان کی تحریروں میں تاریخ، فلسفہ، تلمیحات ،کردار نگاری، منظر نگاری، مکالمہ نگاری ،اشعار کے برمحل استعمال کے ساتھ ساتھ پیروڈی کی بھی مختلف شکلیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔انہوں نے اپنی تمام تحریروں کو پر لطف اور دلچسپ بننے کے لئے ہر طرح کے حربے کو استعمال کیا ہے۔لہذا آگے دیکھتے ہیں کہ مشتاق احمد یوسفی مزاح کے حربوں کا استعمال اپنے مضامین میں کس طرح سے کرتے ہیں۔ سب سے پہلے آتے ہیں مزاحیہ صورتِ واقعہ کی طرف جو کہ مزاح کا ایک حربہ ہے۔ یعنی ایسا مزاحیہ واقعہ جو ہنسی کو تحریک دے۔اس کے ذریعے سے کوئی ایک ایسا واقعہ یا زندگی کا کوئی ایک ایسا پہلو سامنے لایا جاتا ہے جو آس پاس کے ماحول سے مطابقت نہ رکھتا ہو یعنی ایک ایسا عمل یا عملی صورت جو مضحکہ خیز ہو۔ زرگزشت میں ایک پنکھے "فینی" کے حوالے سے ذرا صورتِ واقعہ ملاحظہ ہو:

> "فینی جم کے ،جی لگا کے چلی ہے تو ایک قیامت آگئی، چوطرفہ جھکڑ چلنے لگے۔۔۔۔ مردوں کے گال اپنی ہی ٹائیوں کے تھپیڑے کھا کھا کر لال ہوگئے۔۔۔۔ فرنچ شفان اور بمبئی سے سمگل کی ہوئی بنارسی ساڑھیوں میں کچھ دیر تو ٹھنڈے جھکڑ چلتے رہے پھر ایسی ہوا ابھری کہ بھری رہ گئی۔ لیکن آفرین اس باہمت خاتون پر جس نے اس آندھی ہی میں کمرے سے بھاگنے کی کوشش کی۔ان کی پھولدار ساڑھی کا جو نقشہ ہوا وہ قابلِ دید و نا قابلِ بیان تھا۔"(۸)

اسی طرح مزاح نگاری کے دیگر حربوں میں مزاحیہ کردار مزاح نگاری کا ایک ایسا دل چسپ اور اہم عنصر ہے کہ مزاحیہ کردار کا بعد میں صرف نام لینا ہی فضا کو معطر کر دیتا ہے۔ مزاحیہ کردار معاشرے کا ایک غیر متوازن فرد ہوتا ہے جس کی عادات و حرکات اور گفتگو سے زندگی کے ناہموار پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ بعض اوقات اس کے نابغہ ہونے کا پہلو بھی سامنے آتا ہے اور اس سے انکار بھی ممکن نہیں کہ ہر قدم پر گرتا اور ٹھوکر کھاتا ہے اور اٹھ کر خود پر ہنسنے کی بجائے معاشرے پر ہنستا ہے۔ ایسا کردار بنیادی طور پر مسلسل محرومیوں کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔ کسی قدر بھولا بھالا اور قدرے احمق بھی ہوتا ہے۔ مزاح نگاری کے حوالے سے ایسا کردار اتنا بھرپور ہوتا

ہے کہ محض اس کا ذکر آنے سے ہی محفل زعفران زار ہو جاتی ہے۔ ایسا کردار تخلیق کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ بقول طارق حبیب:

"یہ کردار ناموزونیت کی ایسی مثال ہوتے ہیں جو معاشرے کی دکھتی رگ پر ہاتھ دھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ مزاحیہ کردار کی کامیابی یہ ہے کہ جب بھی مصنف کسی ایسے کردار کا نام لے، تو محفل میں خود بخود شگفتگی اور لطف کا ماحول پیدا ہو جائے۔ اردو میں داستان امیر حمزہ کا 'عمرو عیار' اور رتن ناتھ سرشار کا 'خوجی' اس کی زبردستی مثالیں ہیں۔"(۹)

مندرجہ بالا اقتباس کے تناظر میں دیکھا جائے تو ہمیں مشتاق احمد یوسفی کے ہاں کئی ایسے کردار دکھائی دیتے ہیں جن میں مرزا عبدالودود بیگ، ضرغام الاسلام صدیقی (ضر غوض)، پروفیسر قاضی عبدالقدوس، چاچا فضل دین، سیف الملوک اور بندو خان وغیرہ۔ مثال کے طور پر ہم آپ کو ان کے کردار ضرغام الاسلام صدیقی (ضر غوض) سے ملاتے ہیں:

"پورا نام ضرغام الاسلام صدیقی ایم اے، ایل ایل بی، سینئر ایڈووکیٹ ہیں۔ ہمارے یونیورسٹی کے ساتھی ہیں۔۔۔۔۔ بڑے وضع دار آدمی ہیں اور اس قبیلے سے ہیں جو پھانسی پر چڑھنے سے پہلے اپنی ٹائی درست کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔"(۱۰)

مشتاق احمد یوسفی کی کردار نگاری کے بارے میں امجد اسلام امجد صاحب رقم طراز ہیں:

کردار کی تصویر کشی میں پانچوں حسیات سے کام لیتے ہیں۔ چناں چہ آپ مسٹر اینڈرسن، عباد الرحمان قالب، نجاس پاشا کنجو اور خان سیف الملوک خان وغیرہ کو نہ صرف دیکھ اور سن سکتے ہیں بل کہ ان کو سونگھ اور چکھ بھی سکتے ہیں۔"(۱۱)

تیسرا اور اہم مزاحیہ حربہ لفظی مزاح نگاری ہے۔ اس میں لفظوں کے ذریعے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ نہ صرف مشکل بل کہ نازک مرحلہ بھی ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس سے اسلوب کے بے جان ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ لفظی مزاح کی قدیم شکل pun ہے یعنی الفاظ کی ترتیب بدل کر پیش کرنا۔ جس سے ذومعنویت کا احساس ہوتا ہے۔ یا کسی لفظ کا ذومعنوی سطح پر مزاحیہ استعمال کرنا، اس میں ابہام کی صورت بھی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے کہیں رعایت لفظی سے کام لیتے ہوئے کہیں تجنیس، پھبتی، لطیفے، جگتیں اور قوافی کا رنگ بہت عمدہ طور سے پیش کیا ہے۔ نامی انصاری اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"مشتاق احمد یوسفی کا مزاح بے ساختہ دکھائی دیتا ہے لیکن بے ساختہ ہے نہیں۔ وہ سوچ سوچ کر اور تراش تراش کر جملے لاتے ہیں۔ ایک حربہ برتنے سے پہلے ہر ممکنہ پہلو سے غور کرتے ہوئے اسے آخری شکل دیتے ہیں۔ ان کا مزاح سراسر آورد معلوم ہوتا ہے۔"(۱۲)

مشتاق احمد یوسفی کے ہاں خالص مزاح نگاری کا بیش بہا جوہر موجود ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کا طنزیہ اسلوب بھی بہت چست دکھائی دیتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی نے اس حربے سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے اور احسن طریقے سے استفادہ کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"شرع اور شاعری میں کاہے کی شرم۔"(۱۳)

خواہ وہ تفریح برائے تعلیم ہو خواہ تعلیم برائے تفریح۔"(۱۴)

آپ نے بعض میاں بیوی کو ان مختلف، بل کہ متضاد عزائم کے ساتھ "ہواخوری" کرتے دیکھا ہو گا۔ عورتوں کا انجام ہمیں معلوم نہیں لیکن یہ ضرور دیکھا ہے کہ بہت سے "ہواخور" رفتہ رفتہ "حواخور" ہو جاتے ہیں۔"(۱۵)

اس لفظی بازی گری کی ایک صورت تجنیس بھی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں:

"میں گھر میں مرغیاں پالنے کا روادار نہیں، میرا راسخ عقیدہ ہے کہ ان کا صحیح مقام "پیٹ" اور "پلیٹ" ہے۔"(۱۶)

یا دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"بچپن سے میری صحت خراب اور صحبت اچھی رہی ہے ۔"(۱۷)

تحریف یا پیروڈی مزاح نگاری کے حربوں میں بہت مقبول اور کارآمد حربہ ہے۔ تحریف کسی منظوم یا منثور تحریر، تحریر کے ٹکڑے یا پھر اسلوب کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جس میں اصلاح، تضحیک یا محض تفنن کے پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ تحریف دراصل کسی مستند اسلوب، کسی معروف مصرعے، کسی مقبول یا مشہور جملے کی ایسی بگڑی ہوئی صورت ہے جو درحقیقت اس کے معنی و مفہوم کو یکسر الٹ دے اور مزاح کی صورت پیدا کر دے۔ یوسفی صاحب نے لفظی مزاح کے بعد سب سے زیادہ جس حربے سے کام لیا ہے وہ تحریف یا پیروڈی ہے۔ مزاح کی تاریخ میں تحریف سے اتنا زیادہ کام شاید ہی کسی مزاح نگار نے لیا ہو۔ تحریف اسی وقت کارگر ثابت ہوتی ہے جب مطالعے کی وسعت اور فکر کی بلندی پائی جاتی ہو۔ مشتاق احمد یوسفی حالات کی مناسبت سے ایسی تبدیلیاں لے آتے ہیں کہ قاری ششدر رہ جاتا ہے مثلاً چند ایک مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

"نبض پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو۔(۱۸)

"جا تجھے کشمکش عقد سے آزاد کیا۔"(۱۹)

"پکڑے جاتے ہیں 'بزرگوں کے کیے' پر ناحق۔"(۲۰)

"آوازِ گدا کم نہ کند 'رزقِ سگاں' را۔"(۲۱)

مزاح میں موازنہ سے مراد دو یا دو سے زیادہ مختلف چیزوں یا کیفیات میں تشابہ اور متضاد پہلوؤں کو ابھار کر ایسی ناہموار سطح سامنے لانا ہے جو مضحک صورتِ حال کو جنم دے، اور ہنسی کو تحریک دے۔ دو چیزوں، حالات و واقعات کا تقابلی مطالعہ موازنہ کہلاتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی نے اس حربے کو بھی بروئے کار لایا ہے۔ اور وہ اس سے اچھی طرح سے مستفید ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ کہتے ہیں:

"کافی اور کلاسیکی موسیقی کے بارے میں استفسارِ رائے عامہ کرنا بڑی ناعاقبت اندیشی ہے۔ جیسے کسی نیک مرد کی آمدنی یا خوب صورت عورت کی عمر دریافت کرنا (اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک مرد کی عمر اور خوبصورت عورت کی آمدنی دریافت کرنا خطرے سے خالی ہے)۔" (۲۲)

یا یہ کہ:

"جو ملک جتنا غربت زدہ ہوگا، اتنا ہی آلو اور مذہب کا چلن زیادہ ہوگا۔"(۲۳)

مزاح کے حربوں میں قولِ محال کسی مشکل یا بہ ظاہر ناممکن بات کو کہتے ہیں۔ ایسی بات جو ظاہر میں درست دکھائی نہ دے لیکن غور کرنے پر صحیح ثابت ہو قولِ محال کہلاتی ہے۔ یوسفی نے قولِ محال کو اتنی فنی چابک دستی سے استعمال کیا ہے کہ ان کے جملوں کے جملوں پر قولِ محال کا شک گزرتا ہے۔ حسنِ تعلیل کی طرح ان کے جملے بہ ظاہر قولِ محال دکھائی نہیں دیتے مگر قولِ محال ہی کی مثالیں ہوتے ہیں۔

"ہر لمحہ اور ہر لحظہ، ہر آن اور ہر پل ماضی کی جیت ہو رہی ہے۔"(۲۴)

"رمضان میں ان کا ترجمان القرآن پڑھتا ہوں تو (اپنے دونوں کانوں پر تھپڑ مارتے ہوئے) نعوذ باللہ محسوس ہوتا ہے گویا کلام اللہ کے پردے میں ابو الکلام بول رہا ہے۔"(۲۵)

"یہ سرگزشت ایک عام آدمی کی کہانی ہے۔۔۔۔ ایک ایسے آدمی کی شب و روز کا احوال جو ہیرو تو کجا Anti Hero ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔"(۲۶)

مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ مشتاق احمد یوسفی اردو نثر میں فکاہی ادب کے نابغہ ہیں۔ مزاح کے حربوں میں مزاحیہ کردار نگاری، صورت واقعہ، لفظی مزاح، تحریف، موازنہ، قومی محال، مبالغہ آرائی، صنعت تضاد و تجنیس، حسن تعلیل، تلمیح وغیرہ سے استفادہ کر کے مزاح کو ایک نئی روح بخشی ہے۔ ان کا اسلوب نرالا، لہجہ خوبصورت اور انداز ناقابل تقلید ہے۔ انہوں نے جس بھی موضوع پر قلم اٹھایا مزاح یا طنز کے ساتھ ساتھ فکر انگیزی کی سوغات پیش کر دی۔ وہ ایک ایسے فن کار ہیں جو سستی شہرت کے پیچھے نہیں بھاگتے بل کہ نہایت مستقل مزاجی اور استقلال سے اپنے کام میں مگن ہیں۔ وہ نہ صرف یہ کہ طنز و مزاح کی روایت کو جاندار بنانے اور آگے بڑھانے کے سبب ہیں بل کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اردو زبان کی ترویج و حفاظت کے بے مثل اور زیرک سپاہی ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی اور کسی صورت میں بھی اپنی زبان کے وقار اور عظمت کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔ وہ اس کی شب و روز ترویج و ترقی کے لیے اپنے منفرد اسلوب اور جداگانہ انداز میں خامہ فرسا ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1. اکبر الہ آبادی، رباعیات مولانا اکبر الہ آبادی، لاہور، شیخ جان محمد الہ بخش تاجرانِ کتب، ۱۹۲۴ء، ص۱۸
2. سرحدی، مرزا محمود، قطعات مرزا محمود سرحدی، پشاور، تاج کتب خانہ، س ن، ص ۳۷
3. مسز آفتاب مسرور عالم، اردو نثری ادب میں طنز و مزاح کی روایت، ص ۱۴۵، ۱۴۴
4. ابنِ انشا، مشمولہ: مشتاق احمد یوسفی سے آب گم تک"، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۱۶۹
5. رشید احمد صدیقی، طنزیات و مضحکات، نئی دہلی، ۱۹۹۲، ص ۱۳۰
6. یوسفی، مشتاق احمد، چراغ تلے، کراچی، مکتبہ دانیال، ۱۹۹۳ء، ص ۱۱
7. یوسفی، مشتاق احمد، زرگزشت، کراچی، مکتبہ دانیال، ۱۹۹۳ء، ص ۲۶
8. ایضاً، ص ۲۵، ۲۴
9. طارق حبیب، مشتاق احمد یوسفی: فن اور شخصیت، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۸، ص ۴۸
10. یوسفی، مشتاق احمد، خاکم بدہن، کراچی، مکتبہ دانیال، طبع دہم، ۱۹۹۳ء، ص ۱۳۹
11. امجد اسلام امجد، مشمولہ "مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے سے آب گم تک"، ص ۲۳
12. نامی انصاری، مشمولہ: مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے سے آب گم تک، ص ۲۷۷
13. یوسفی، مشتاق احمد، چراغ تلے، کراچی، مکتبہ دانیال، ۱۹۹۳ء ص ۲۶
14. ایضاً، ص ۱۳۱
15. ایضاً، ص ۱۵۲
16. ایضاً، ص ۱۱۵
17. ایضاً، ص ۳۹
18. ایضاً، ص ۲۵
19. یوسفی، مشتاق احمد، خاکم بدہن، کراچی، مکتبہ دانیال، طبع دہم، ۱۹۹۳ء، ص ۱۷
20. یوسفی، مشتاق احمد، زرگزشت، کراچی، مکتبہ دانیال، طبع ہفتم، ۱۹۹۳ء، ص ۱۵
21. یوسفی، مشتاق احمد، آب گم، کراچی، مکتبہ دانیال، طبع اول، ۱۹۹۰ء، ص ۶۵
22. یوسفی، مشتاق احمد، چراغ تلے، کراچی، مکتبہ دانیال، طبع ہشتم، ۱۹۹۳ء، ص ۳۹
23. یوسفی، مشتاق احمد، خاکم بدہن، کراچی، مکتبہ دانیال، طبع دہم، ۱۹۹۳ء، ص ۴۷

24. یوسفی، مشتاق احمد، چراغ تلے، ص ۶۴، ۶۳
25. یوسفی، مشتاق احمد، خاکم بدہن، کراچی، مکتبہ دانیال، طبع دہم، ۱۹۹۳ء، ص ۶۲
26. یوسفی، مشتاق احمد، زرگزشت، کراچی، مکتبہ دانیال، طبع ہفتم، ۱۹۹۳ء، ص ۱۰